QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

قربِ الٰہی کا حصول: قرآنی و نبوی معیارِ محبوبیت کا تجزیاتی مطالعہ

Attaining Divine Proximity: An Analytical Study of Qur'anic and Prophetic Criteria of Belovedness

1. ***Hafiz Farhal Ameer***
   Teaching Staff, Punjab Education Department; Ph.D. Scholar, Green International University, Lahore, Pakistan.
2. ***Hafiza Ambreen Fatima***
   Ph.D. Scholar, Green International University, Lahore, Pakistan.

Abstract

This research explores the Qur'anic and Prophetic criteria for attaining divine proximity and becoming among those beloved to Allah. It examines "belovedness" not merely as a spiritual ideal but as a concrete and achievable goal rooted in faith, ethical excellence, and purposeful action. Drawing upon explicit Qur'anic verses where Allah declares His love (yuhibbu) for specific qualities, and authentic Hadith that exemplify these traits, the study identifies key attributes such as taqwa (piety), ihsan (excellence), tawbah (repentance), sabr (patience), tawakkul (trust in Allah), adl (justice), taharah (purification), and jihad fi sabilillah (striving in Allah's cause). Each attribute is discussed with textual evidence, classical scholarly interpretations, and its relevance to contemporary Muslim life. The paper emphasizes that divine love is not confined to ritual worship; it encompasses a complete way of living that harmonizes inner spirituality with outward moral and social conduct. By aligning personal character with these divinely endorsed qualities, believers not only secure Allah's pleasure but also positively influence their communities. The Qur'an's repeated mention of these qualities across sixteen distinct contexts demonstrates their centrality to Islamic ethics and spiritual success. Ultimately, the study highlights that the path to divine proximity requires continuous self-purification, sincere devotion, and active service to humanity—leading to tranquility in this life and ultimate felicity in the Hereafter.

Keywords :*Divine Proximity, Qur'anic Criteria, Prophetic Teachings, Beloved Servants, Islamic Ethics*

تعارف موضوع

محبت ایک عظیم نعمت ہے جو انسان کے دل میں تسکین، سکون اور روحانی طمانیت پیدا کرتی ہے۔ انسان جب کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کی قربت، رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ لیکن جب محبت کرنے والا اللہ رب العزت جیسا بے نیاز، بے مثل اور کمال صفات کا مالک ہو، اور محبوب اس کا بندہ ہو، تو یہ محبت انسانی فہم و ادراک سے بالاتر ایک عظیم الشان مقام بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت دنیا و آخرت کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ اس محبت کے حصول سے بندہ صرف گناہوں سے محفوظ نہیں رہتا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت، نصرت، ہدایت، سکونِ قلب اور برکتوں کا مستحق بھی ٹھہرتا ہے۔ یہی محبت بندے کو جنت کی راہ پر گامزن کرتی ہے اور اسے اللہ کے مقربین میں شامل کرتی ہے۔ قرآنِ حکیم اور احادیثِ نبویہ ﷺ میں اللہ تعالیٰ نے بعض بندوں کے اوصاف و اعمال کو واضح طور پر بیان فرمایا ہے، جن کی بنا پر رب کریم ان کو اپنی محبت سے نوازتا ہے۔ ان اوصاف میں تقویٰ، احسان، صبر، توکل، توبہ، طہارت، عدل و انصاف، اور اللہ کی راہ میں جہاد شامل ہیں۔ ان صفات کے حامل افراد نہ صرف

اللہ پاک کے محبوب ہوتے ہیں بلکہ ان کی زندگی دوسروں کے لیے بھی نمونہ بن جاتی ہے۔اس آرٹیکل میں ہم قرآن و سنت کی روشنی میں ان خوش نصیب بندوں کا جائزہ لیں گے، جن سے اللہ کریم محبت فرماتا ہے۔ ان کے کردار، اوصاف اور اعمال کو سامنے لاتے ہوئے یہ کوشش کی جائے گی کہ ہم اپنی ذاتی اور اجتماعی زندگی کو اس نہج پر استوار کریں جو اللہ کی رضا اور محبت کا ذریعہ بن سکے۔ اللہ کریم جن بندوں سے محبت فرماتا ہے ان کے مختلف اوصاف کو قرآن کریم میں 16 جگہوں پر لفظِ یحب کیساتھ ذکر فرمایا ہے۔[1] سورۃ البقرۃ میں اللہ پاک کا ارشاد ہوتا ہے۔

واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین۔[2]

ترجمہ: اور نیکی کرو بیشک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

اس آیت مبارکہ کے تحت تفسیر خازن میں ہے۔

وأحسنوا أي بالإنفاق على من تلزمكم مؤنته ونفقته وقيل أحسنوا في الإنفاق ولا تسرفوا ولا تقتروا، نهوا عن الإسراف والإقتار في الإنفاق وقيل معناه: وأحسنوا في أداء فرائض الله تعالى **إن الله يحب المحسنين** أي يثيبهم على إحسانهم۔[3]

ترجمہ: "اور اچھا سلوک کرو، یعنی اُن پر خرچ کرو جن کی کفالت اور نان ونفقہ تم پر لازم ہے۔ اور کہا گیا ہے: خرچ کرنے میں حسنِ سلوک اختیار کرو، نہ اسراف (فضول خرچی) کرو اور نہ ہی تنگی (بخل) سے کام لو۔ یعنی خرچ کرنے میں اسراف اور بخل سے منع کیا گیا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ مطلب یہ ہے: اللہ کے فرائض کو ادا کرنے میں حسنِ عمل اختیار کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ محسنین (اچھا عمل کرنے والوں) سے محبت کرتا ہے، یعنی وہ اُنہیں ان کے احسان پر جزا دیتا ہے۔"

تفسیر خازن کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ لفظِ "وَ أَحْسِنُوا" (اچھا سلوک کرو) کی مختلف تفسیریں بیان کی گئی ہیں۔ بعض مفسرین کے مطابق اس سے مراد یہ ہے کہ انسان ان افراد پر حسنِ سلوک سے خرچ کرے جن کی کفالت اس پر واجب ہے، جیسے بیوی، بچے یا والدین۔ ایک دوسری رائے یہ ہے کہ خرچ کرتے وقت نہ فضول خرچی کی جائے اور نہ بخل، بلکہ میانہ روی اختیار کی جائے، کیونکہ قرآن میں اسراف (فضول خرچی) اور اقتار (بخل) دونوں سے منع کیا گیا ہے۔ ایک تیسری تفسیر کے مطابق "احسان" سے مراد اللہ کے فرائض کو عمدگی سے ادا کرنا ہے۔ آخر میں دلیل کے طور پر یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ محسنین (اچھا عمل کرنے والوں) سے محبت کرتا ہے، یعنی وہ ان کے احسان و حسنِ عمل پر اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔

سورۃ البقرۃ میں ہی اللہ پاک کا ارشاد ہوتا ہے۔

ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطهرین۔[4]

ترجمہ: بیشک اللہ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے اور خوب صاف ستھرے رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

---

[1] عبد الباقي، محمد فواد ، المجم المفهرس لالفاظ القرآن الكريم ، ناشر دار الكتاب المصرية ، القاهرة ، ج :ا، ص: 191-192

[2] البقرة : 195:2

[3] الخازن، على بن محمد (علاء الدين) متوفى 741ھ، لباب التاؤيل فی معانی التنزيل،سورة البقرة تحت الآية 195، الطبعة الاولىٰ: 1415ھ، ناشر : دار الكتب العلمية ،بيروت۔ج: 1، ص: 123

[4] البقرة : 222:2

آیت مبارکہ کہ اس حصہ کی تفسیر میں علامہ بغوی علیہ الرحمۃ نے تابعی بزرگ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کا تفسیری قول نقل فرمایا ہے۔

وقال مجاهد: التوابين من الذنوب لا يعودون فيها والمتطهرين منها لم يصيبوها، والتواب الذي كلما أذنب تاب۔[5]

ترجمہ: "اور مجاہد (رحمہ اللہ) نے کہا: توبہ کرنے والے وہ ہیں جو گناہوں کی طرف دوبارہ نہیں لوٹتے، اور پاکیزگی اختیار کرنے والے وہ ہیں جنہوں نے گناہ کیا ہی نہیں۔ اور توبہ کرنے والا وہ ہے جو جب بھی گناہ کرے، توبہ کر لیتا ہے۔"

حضرت مجاہد رحمہ اللہ کے اس قول میں توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کی تین اقسام بیان کی گئی ہیں: ایک وہ جو گناہ کے بعد سچی توبہ کرتے ہیں اور دوبارہ اس گناہ کی طرف نہیں پلٹتے، دوسرے وہ جو ابتدا ہی سے پاک دامن ہوتے ہیں اور کبھی گناہ کرتے ہی نہیں، اور تیسرے وہ جو اگرچہ گناہ کرتے ہیں لیکن ہر بار نادم ہو کر فوراً توبہ کر لیتے ہیں۔ جب بندہ ان اوصاف سے متصف ہو جاتا ہے تو پھر وہ محبوب خدا بن جاتا ہے۔

سورۃ آل عمران میں اللہ پاک کا فرمان ہے۔

فان الله يحب المتقين۔[6]

ترجمہ: تو بیشک اللہ پرہیز گاروں سے محبت فرماتا ہے۔

تفسیر طبری میں ہے۔

"فإن الله يحب المتقين"، يعني: فإن الله يحب الذين يتقونه فيخافون عقابه ويحذرون عذابه، فيجتنبون ما نهاهم عنه وحرمه عليهم، ويطيعونه فيما أمرهم به۔[7]

ترجمہ: "بے شک اللہ پرہیز گاروں سے محبت کرتا ہے"، یعنی: اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس سے ڈرتے ہیں، اس کے عذاب سے خوف کھاتے ہیں اور اس کے عذاب سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں؛ پس وہ ان کاموں سے بچتے ہیں جن سے اللہ نے انہیں روکا ہے اور جنہیں ان پر حرام کیا ہے، اور وہ ان باتوں میں اس کی اطاعت کرتے ہیں جن کا اللہ نے انہیں حکم دیا ہے۔

تفسیر طبری میں اس قول کے تحت بیان ہوا ہے کہ اللہ کریم ان پرہیز گار بندوں سے محبت کرتا ہے جو اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، اس کی نافرمانی سے بچتے ہیں، حرام کردہ کاموں سے دور رہتے ہیں اور اس کے احکامات کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ یعنی متقی وہ ہیں جو خوفِ خدا کے باعث گناہوں سے بچ کر اللہ کی رضا کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔

سورۃ آل عمران میں لفظ یحب کیساتھ ربِ کریم کا فرمان ہے۔ والكاظمين الغيظ والعافين عن الناس والله يحب المحسنين۔[8]

---

[5] البغوی، الحسین بن مسعود (محیی السنة)، متوفی :510ھ، معالم التنزیل فی تفسیر القرآن، سورة البقرة تحت الآیة 222، الطبعة الاولی :1420ھ، ناشر دار احیاء التراث العربی، بیروت۔ج: 1، ص:289

[6] آل عمران: 76:3

[7] الطبری، محمد بن جریر، متوفیٰ 310ھ، جامع البیان فی تاؤیل القرآن، سورة آل عمران تحت الآیة 76، الطبعة الاولیٰ 1420ھ، ناشر : مؤسسة الرسالة، ج:6، ص :526

[8] آل عمران:134:3

ترجمہ: اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ نیک لوگوں سے محبت فرماتا ہے۔

تفسیر سمرقندی میں آیت کے اس حصے کے تحت ہے۔"

والكاظمين الغيظ": يعني المرددين الغيظ في أجوافهم، وأصله في اللغة: كظم البعير إذا ردد جرته. ومعناه: الذين إذا أصابهم الغيظ تجاوزوا ولم يعاقبوا. "**والعافين عن الناس**" قال الكلبي: يعني عن المملوكين. ويقال: والعافين عن الناس بعد قدرتهم عليهم فيعفوا عنهم "**والله يحب المحسنين**": من الأحرار والمملوكين، ويقال: الذين يحسنون بعد العفو ويزيدون عليه إحسانا وروي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: «من كظم غيظا وهو يقدر على أن ينفذه ثم لم ينفذه زوجه الله من الحور العين حيث يشاء[9]

ترجمہ: "**والكاظمين الغيظ**" یعنی وہ لوگ جو اپنا غصہ اپنے اندر دبا لیتے ہیں، جیسے عربی میں کہا جاتا ہے "**كظم البعير**" یعنی اونٹ جب اپنی رال یا جو کچھ منہ میں ہو اسے واپس حلق میں روک لے، اسی طرح یہ لوگ بھی غصے کو دل میں روکے رکھتے ہیں اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو انتقام نہیں لیتے بلکہ درگزر کرتے ہیں۔ "**والعافين عن الناس**" یعنی وہ لوگ جو لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں؛ کلبی کے مطابق یہاں مراد غلاموں کو معاف کرنا ہے، اور ایک قول کے مطابق مراد یہ ہے کہ جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود دوسروں کو معاف کر دیں۔ "**والله يحب المحسنين**" یعنی اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو معاف کرنے کے بعد مزید بھلائی کرتے ہیں، چاہے وہ آزاد ہوں یا غلام، اور وہ لوگ جو صرف درگزر نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ احسان بھی کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: "جو شخص غصے کے باوجود اس پر قابو پائے، حالانکہ وہ بدلہ لینے پر قادر ہو، لیکن پھر بھی بدلہ نہ لے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے حورالعین سے نکاح کرائے گا، جہاں وہ چاہے گا۔"

اس آیت اور اس کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں اخلاقی بلندی کی اعلیٰ مثال غصے پر قابو پانا، دوسروں کو معاف کرنا، اور ان کے ساتھ بھلائی کرنا ہے۔ "کظمِ غیظ" کا مطلب صرف غصے کو دبانا نہیں بلکہ ایسے موقع پر صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا ہے جب بدلہ لینا ممکن ہو۔ معاف کرنے کی فضیلت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب انسان کو بدلہ لینے کی قدرت ہو لیکن وہ درگزر کو ترجیح دے۔ اس کے بعد جو شخص صرف معافی پر اکتفا نہ کرے بلکہ حسن سلوک سے پیش آئے، وہ "محسن" کہلاتا ہے، اور ایسے ہی لوگوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔ حدیث میں ایسے شخص کے لیے جنت میں حورالعین جیسا انعام بتایا گیا ہے، جو اس عظیم خلق کی قدر و منزلت کو ظاہر کرتا ہے۔

سورۃ آل عمران میں ہی لفظ یحب کیساتھ ربِ کریم کا فرمان ہے۔ و الله يحب الصابرين۔[10]

ترجمہ: اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

[9] سمرقندی، نصر بن محمد (ابو الليث) متوفی 373ھ، بحر العلوم، سورۃ آل عمران تحت الآیۃ:134، ناشر: (بدونه) ج:1، ص:247

[10] آل عمران:3:146

اس آیت کی تفسیر میں امام رازی لکھتے ہیں۔

"والله يحب الصابرين" والمعنى أن من صبر على تحمل الشدائد في طريق الله ولم يظهر الجزع والعجز والهلع فإن الله يحبه، ومحبة الله تعالى للعبد عبارة عن إرادة إكرامه وإعزازه وتعظيمه، والحكم له بالثواب والجنة، وذلك نهاية المطلوب۔[11]

ترجمہ:"والله يحب الصابرين "یعنی اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے راستے میں آنے والی تکلیفوں اور آزمائشوں پر صبر کرے، اور گھبراہٹ، بے صبری یا کمزوری کا اظہار نہ کرے، تو ایسا شخص اللہ کی محبت کا مستحق ٹھہرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسے عزت و عظمت عطا کرتا ہے، اسے کرامت و بزرگی سے نوازتا ہے، اور اسے ثواب اور جنت کا حق دار بناتا ہے۔اور یہی آخری مطلوب و مقصود ہے،(جس کے لیے ایک مومن کو کوشش کرنی چاہیے)۔

اس آیت اور اس کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں سے اپنی محبت کا اظہار فرمایا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ صبر اللہ کے نزدیک نہایت پسندیدہ صفت ہے۔ صبر کا مطلب ہے کہ انسان مصیبت، تکلیف یا آزمائش کے وقت گھبراہٹ، بے صبری اور شکوہ شکایت سے بچتے ہوئے ثابت قدم رہے۔ایسا شخص اللہ کی رضا کو مقدم رکھتا ہے اور اس کی طرف سے آنے والی ہر حالت پر راضی رہتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی محبت کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے ایسے بندوں کو دنیا و آخرت میں عزت، بلند درجات اور جنت کی نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے، اور یہی ایک مؤمن کا اصل مقصد ہونا چاہیے۔جس کی وجہ سے بندہ محبوب خدا بن جاتا ہے۔

سورۃ آل عمران میں ہی لفظ یحب کیساتھ ربِ کریم کا فرمان ہے۔ **فآتٰهم الله ثواب الدنيا وحسن ثواب الاآخرة والله يحب المحسنين۔**[12]

ترجمہ: **تو اللہ نے انہیں دنیا کا انعام (بھی) عطا فرمایا اور آخرت کا اچھا ثواب بھی اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔**

اس آیت کے تحت تفسیر مدارک میں علامہ نسفی رقم طراز ہیں۔

{فآتاهم الله ثواب الدنيا} أي النصرة والظفر والغنيمة **{وحسن ثواب الآخرة}** المغفرة والجنة وخص بالحسن دلالة على فضله وتقدمه وأنه هو المعتد به عنده **{والله يحب المحسنين}** أي هم محسنون والله يحبهم۔[13]

---

[11] الرازی ، محمد بن عمر ، (ابو عبداللہ) متوفی 606ھ ، التفسیر الکبیر ، سورۃ آل عمران تحت الایة 146 ، الطبعة الثالثة ، 1420ھ ، ناشر : دار احیاء التررث العربی ، بیروت ،ج: 9، ص:381

[12] آل عمران :148:3

[13] النسفی، عبد اللہ بن احمد، متوفی 710ھ، مدارک التنزیل وحقائق التاویل، سورۃ آل عمران تحت الآیۃ 148، الطبعۃ الاولی 1419ھ، ناشر: دار الکلم الطیب، بیروت۔ج:1، ص:299

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

ترجمہ: پس اللہ نے انہیں دنیا کا بدلہ عطا فرمایا، یعنی مدد، فتح اور مالِ غنیمت عطا کیا، اور آخرت کا بہترین اجر بھی دیا، یعنی مغفرت اور جنت۔ "حسن ثواب" کہہ کر اس اجر کی عظمت، فضیلت اور اہمیت کو واضح کیا گیا ہے کہ وہی اصل قابلِ اعتبار بدلہ ہے جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ اور اللہ نیکوکاروں سے محبت کرتا ہے، یعنی وہ لوگ جو نیکی اور بھلائی کے کام کرتے ہیں، اللہ ان سے محبت کرتا ہے (اور انہیں دنیا و آخرت میں عزت و انعام سے نوازتا ہے۔)

لہٰذا معلوم ہوا جو لوگ نیکی اور بھلائی کے کام کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں مدد، فتح اور مالِ غنیمت جیسی کامیابیاں عطا فرماتا ہے، اور آخرت میں ان کے لیے مغفرت اور جنت کا عظیم انعام تیار کرتا ہے۔ آخرت کے اجر کو "حسن ثواب" کہہ کر اس کی عظمت اور برتری کو ظاہر کیا گیا ہے، کیونکہ اصل کامیابی آخرت کی فلاح ہے۔ ایسے نیک عمل کرنے والے لوگ اللہ کے محبوب ہوتے ہیں، اور اللہ ان سے محبت فرماتا ہے۔

سورۃ آل عمران میں ہی لفظ یحب کیساتھ ربِ کریم کا فرمان ہے۔ وشاورهم في الامر فاذا عزمت فتوكل على الله ان الله يحب المتوكلين۔[14]

ترجمہ: اور کاموں میں ان سے مشورہ لیتے رہو پھر جب کسی بات کا پختہ ارادہ کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو بیشک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

اس آیت کے تحت تفسیر سمرقندی میں ہے۔

وكان النبي صلى الله عليه وسلم عاقلا ذا رأي، ولكنه أمر بالمشورة ليقتدي به غيره، ولأن في المشاورة توددا لأصحابه، لأنه إذا شاورهم تودد قلوبهم. وفي المشورة أيضا ترك الملامة، لأنه يقال: فعلت كذا بمشاورتكم. وروى سهل بن سعيد الساعدي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: «ما شقي عبد قط بمشورة وما سعد عبد باستغناء رأي» . ثم قال تعالى: **فإذا عزمت فتوكل على الله** أي لا تتوكل على المشورة، ولكن توكل على الله بعد المشورة لا على الأصحاب **إن الله يحب المتوكلين** الذين يتوكلون على الله۔[15]

ترجمہ: اور نبی کریم ﷺ عقلمند اور رائے رکھنے والے تھے، لیکن اس کے باوجود آپ کو مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ دوسروں کے لیے آپ کی پیروی کرنا آسان ہو جائے۔ نیز، مشورہ کرنے میں صحابہ سے محبت و قربت کا اظہار بھی ہے، کیونکہ جب انسان کسی سے مشورہ لیتا ہے تو ان کے دل میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ مشورہ لینے میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ بعد میں الزام سے بچا جا سکتا ہے، کیونکہ کہا جا سکتا ہے: ''میں نے تمہارے مشورے سے یہ کام کیا۔'' سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے مشورہ کیا وہ کبھی بدبخت نہ ہوا، اور جو صرف اپنی رائے پر چلا وہ کبھی کامیاب نہ ہوا۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پھر جب تم پختہ ارادہ کر لو تو اللہ پر بھروسا کرو۔'' یعنی مشورے کے بعد فیصلہ کرتے وقت اللہ پر توکل کرو، نہ کہ صرف مشورے یا ساتھیوں پر۔ بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اسی پر بھروسا کرتے ہیں۔

اس تفسیر میں نبی کریم ﷺ کی حکمت و دانائی کے باوجود مشورہ لینے کی تعلیم کا مقصد بیان کیا گیا ہے۔ اگرچہ آپ خود بہترین فہم و رائے کے مالک تھے، پھر بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو مشورہ کرنے کا حکم دیا تاکہ امت آپ کی سنت پر عمل کرے۔ مشورہ کرنے سے صحابہ کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے اور

[14] آل عمران: 159:3

[15] سمرقندی، نصر بن محمد (ابو الليث) متوفی 373ھ، بحر العلوم، سورة آل عمران تحت الآية:159، ناشر: (بدونه) ج:1، ص:260

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

ان کی رائے کو اہمیت دینے کا احساس ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مشورہ انسان کو بعد کی ملامت اور الزام سے بھی بچالیتا ہے، کیونکہ وہ کہہ سکتا ہے کہ یہ فیصلہ مشورے سے کیا گیا تھا۔ حدیث میں بھی مشورے کی برکت کو بیان کیا گیا ہے کہ مشورہ کرنے والا کبھی نقصان میں نہیں رہتا، جبکہ صرف اپنی رائے پر بھروسا کرنے والا ناکام رہتا ہے۔ آخر میں قرآن کی ہدایت ہے کہ مشورے کے بعد فیصلہ کرتے وقت اصل توکل صرف اللہ پر ہونا چاہیے، کیونکہ اللہ ہی متوکلین سے محبت فرماتا ہے۔

سورۃ المائدہ میں اللہ پاک کا فرمان ہے۔فاعف عنهم واصفح ان الله يحب المحسنين۔[16]

ترجمہ: تو انہیں معاف کر دو اور ان سے در گزر کرو بیشک اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

تفسیر مظہری میں اس آیت کے تحت لکھا ہے۔

> **إن الله يحب المحسنين** تعليل الامر بالصفح وحث عليه وتنبيه على ان العفو عن الكافر الخائن احسان فضلا عن العفو عن غيره۔[17]
>
> ترجمہ: بیشک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے یہ (آیت) معاف کرنے کے حکم کی علت (وجہ) ہے، اور اس پر ابھارنے (ترغیب دینے) کے لیے آئی ہے، اور اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ کافر خائن (دھوکہ دینے والے) کو معاف کرنا احسان ہے، تو پھر اس کے علاوہ (یعنی عام لوگوں) کو معاف کرنا تو بدرجہ اولیٰ احسان ہو گا۔

لہذا معلوم ہوا کہ "بیشک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے"، جو اس بات کی دلیل ہے کہ معاف کرنا اور در گزر کرنا اللہ کو پسند ہے۔ یہاں خاص طور پر یہ سمجھایا گیا ہے کہ اگر کوئی کافر اور خیانت کرنے والا ہو، پھر بھی اس سے در گزر کرنا احسان شمار ہوتا ہے، تو عام لوگوں کو معاف کرنا تو بدرجہ اولیٰ نیکی ہے۔ اس میں مسلمانوں کو معافی اور احسان کی ترغیب دی گئی ہے تا کہ وہ اللہ کی محبت کے مستحق بنیں۔

سورۃ المائدہ میں ہی اللہ کا فرمان ہے۔ وان حكمت فاحكم بينهم بالقسط ان الله يحب المقسطين۔[18]

ترجمہ: اور اگر آپ ان میں فیصلہ فرمائیں تو انصاف کیساتھ فیصلہ کر دیں۔ بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

علامہ بیضاوی نے اس آیت کے تحت لکھا ہے۔

> **وإن حكمت فاحكم بينهم بالقسط** أي بالعدل الذي أمر الله به. **إن الله يحب المقسطين** فيحفظهم ويعظم شأنهم۔[19]

---

[16] المائدۃ: 13:5

[17] المظهری، ثناء الله ،(محمد)، متوفی 1225ھ،التفسير المظهری، سورة المائده تحت الآية 13، الطبعة :1412ھ، ناشر: مكتبه الرشدية،پاکستان۔ ج:3، ص:67

[18] المائدہ: 42:5

[19] البيضاوی، عمر، عبد الله، متوفی 685ھ، انوار التنزيل و اسرار التاويل،سورة المائدة تحت الآية 42، الطبعة الاولى 1418ھ، ناشر: دار احياء التراث العربی، بیروت۔ج:2،ص:127

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

ترجمہ: "اور اگر آپ فیصلہ کریں، تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں، یعنی اس عدل کے مطابق جو اللہ نے حکم دیا ہے۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، پس وہ (اللہ) انہیں محفوظ رکھتا ہے اور ان کا مقام بلند کرتا ہے۔"

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ، اگر فیصلہ کرنے کا موقع ملے تو انصاف کے ساتھ کیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اللہ ایسے لوگوں کی حفاظت کرتا ہے اور ان کا مقام بلند فرماتا ہے۔

سورۃ المائدہ کے آخر میں اللہ پاک کا ارشاد ہوتا ہے۔والله يحب المحسنين۔[20]

ترجمہ: اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

علامہ بیضاوی لکھتے ہیں۔

والله يحب المحسنين فلا يؤاخذهم بشيء، وفيه أن من فعل ذلك صار محسنا ومن صار محسنا صار لله محبوبا۔[21]

ترجمہ: اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے، پس وہ ان سے کسی بات پر مؤاخذہ نہیں کرتا۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ کو ایسا عمل کرے (یعنی نیکی کرے)، وہ محسن بن جاتا ہے، اور جو محسن بن جائے، وہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ جو شخص نیک اعمال کرتا ہے، وہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے، اور اللہ اپنے محبوب بندوں سے مؤاخذہ نہیں فرماتا۔

سورۃ توبہ میں محبوب بندوں کے بارے میں اللہ پاک کا فرمان ہے۔فاتموا اليهم عهدهم الى مدتهم ان الله يحب المتقين۔[22]

ترجمہ: تو ان کا معاہدہ ان کی مقررہ مدت تک پورا کرو، بیشک اللہ پرہیز گاروں سے محبت فرماتا ہے۔

فأتم إليهم عهدهم إن الله يحب المتقين تعليل لوجوب الامتثال وتنبيه على أن مراعاة حقوق العهد من باب التقوى وأن التسوية بين الوفي۔[23]

ترجمہ: "تو ان کا معاہدہ ان کی مقررہ مدت تک پورا کرو، بیشک اللہ پرہیز گاروں سے محبت فرماتا ہے،" یہ حکم کی تعمیل لازم ہونے کی دلیل ہے، اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عہد کے حقوق کا لحاظ رکھنا تقویٰ کا حصہ ہے، اور یہ کہ وفادار لوگوں کے ساتھ برابری اور انصاف کا معاملہ کرنا بھی تقویٰ میں شامل ہے۔

اس تفسیر ابو السعود محمد بن محمد نے اس بات کی وضاحت کی ہے، کہ وعدے اور عہد کو پورا کرنا محض اخلاقی عمل نہیں بلکہ تقویٰ کا اہم حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ لوگوں سے کیے گئے عہد نبھائے جائیں، اور ساتھ ہی فرمایا کہ اللہ متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جو شخص

[20] المائدہ:93:5

[21] البیضاوی، عمر، عبد اللہ، متوفی 685ھ، انوار التنزیل و اسرار التاویل،سورۃ المائدۃ تحت الآیۃ 93،ج:2،ص:143

[22] التوبۃ:4:9

[23] ابو السعود، محمدبن محمد، متوفی 982ھ، تفسیر ابی السعود، سورۃ التوبہ تحت الآیۃ 04، ناشر: دار احیاء التراث، بیروت ۔ ج :6 ، ص 151

وعدے کی پاسداری کرتا ہے وہ دراصل تقویٰ کا مظاہرہ کرتا ہے، اور اس کا یہ عمل اسے اللہ کی محبت کا مستحق بناتا ہے۔ مزید یہ کہ وعدہ نبھانے والوں کے ساتھ برابری اور انصاف کا برتاؤ کرنا بھی تقویٰ کی علامت ہے۔ اس میں وفاداری، عدل، اور تقویٰ کی باہمی وابستگی کو نمایاں کیا گیا ہے۔

سورۃ توبہ میں ہی اللہ پاک کا عہد پر قائم رہنے اور اس پر محبوبِ خدا کا مژدہ پانے کے حوالے سے فرمان ہے۔ فما استقاموا لكم فاستقيموا لهم ان الله يحب المتقين۔[24]

ترجمہ: تو جب تک وہ تمہارے لیے عہد پر قائم رہیں تو تم ان کے لیے قائم رہو۔ بیشک اللہ پرہیزگاروں سے محبت فرماتا ہے۔

تفسیر ابن عباس میں اس آیت کی تفسیریوں کی گئی ہے۔

{فما استقاموا لكم} بالوفاء **{فاستقيموا لهم}** بالتمام **{إن الله يحب المتقين}** عن نقض العهد۔[25]

" تو جب تک وہ تمہارے لیے عہد پر قائم رہیں" عہد کو پورا کرنے کیساتھ، تو تم ان کے لیے قائم رہو"۔ عہد کو مکمل کرنے کیساتھ، "بیشک اللہ پرہیز گاروں سے محبت فرماتا ہے۔ "یعنی جو لوگ عہد کو توڑنے سے بچتے ہیں۔

اس آیت میں وفاداری، عہد کی پاسداری اور تقویٰ کو باہم جوڑ کر تقویٰ کی عملی شکل کو بیان کیا گیا ہے۔ یعنی فرمایا گیا جب تک دوسرے لوگ تمہارے ساتھ وفاداری اور سیدھی روش پر قائم رہیں، تمھیں بھی پورے اخلاص اور دیانت کے ساتھ ان کے ساتھ وفاداری سے پیش آنا چاہیے۔ یہ رویہ تقویٰ کی علامت ہے، اور جو لوگ عہد کو نہیں توڑتے بلکہ اسے نبھاتے ہیں، اللہ پاک ان سے محبت فرماتا ہے۔

سورۃ التوبۃ میں ہی پاک صاف رہنے والوں کے بارے میں اللہ پاک کا ارشاد ہے۔ والله يحب المطهرين۔[26]

ترجمہ: اور اللہ خوب پاک ہونے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

تفسیر خازن مین اس آیت کے تحت ہے۔

وقيل يحتمل أنه محمول على كلا الأمرين يعني طهارة الباطن من الكفر والنفاق والمعاصي وطهارة الظاهر من الأحداث والنجاسات بالماء **والله يحب المطهرين** فيه مدح لهم وثناء عليهم والرضا عنهم بما اختاروه لأنفسهم من المداومة على محبة الطهارة۔[27]

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ اس (آیت) کا مطلب دونوں پہلوؤں پر مشتمل ہو سکتا ہے: یعنی باطن کی طہارت کفر، نفاق اور گناہوں سے، اور ظاہر کی طہارت حدث (ناپاکی) اور نجاستوں سے پانی کے ذریعے۔ اور اللہ پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت کرتا ہے

[24] التوبة: 7:9

[25] عباس، عبداللہ، متوفی68ھ، تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس، تحت سورۃ التوبة الآیة09، الطبعة(بدونه)، ناشر: دار الكتب العلمية، لبنان۔، ج:1، ص:154

[26] التوبه:108:9

[27] الخازن، علی بن محمد (علاء الدین) متوفی 741ھ، لباب التاؤیل فی معانی التنزیل،سورۃ التوبة تحت الآیة 109، الطبعة الاولی: 1415ھ، ناشر : دار الكتب العلمية ،بیروت۔ج: 2، ص: 408

اس میں ان کی تعریف، ان کی مدح سرائی، اور ان پر اللہ کی رضامندی کا اظہار ہے کیونکہ انہوں نے اپنے لیے طہارت کی محبت اور اس پر ہمیشہ عمل کرنے کو اختیار کیا ہے۔

اس آیت کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی طہارت اختیار کرتے ہیں۔ باطنی طہارت سے مراد دل کو کفر، نفاق، گناہوں اور اخلاقی بیماریوں سے پاک رکھنا ہے، جبکہ ظاہری طہارت جسم، لباس اور جگہ کو نجاست اور ناپاکی سے پاک رکھنا ہے، جیسا کہ وضو اور غسل کے ذریعے ہوتا ہے۔ اس آیت میں ایسے لوگوں کی تعریف کی گئی ہے جو طہارت کو پسند کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں، اور یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے کیونکہ انہوں نے پاکیزگی کو اپنی زندگی کا مستقل حصہ بنالیا ہے۔ یہ ہمیں اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ ہم نہ صرف جسمانی بلکہ روحانی صفائی کی طرف بھی توجہ دیں تاکہ اللہ کی رضا اور محبت حاصل ہو۔

سورۃ الحجرات میں صلح کرانے اور انصاف کرنے کے بارے میں اللہ پاک کا فرمان ہے۔ فاصلحوا بينهم بالعدل و اقسطوا ان الله يحب المقسطين۔[28]

ترجمہ: تو انصاف کے ساتھ ان میں صلح کروادو اور عدل کرو، بیشک اللہ عدل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے۔

وقال بعضهم الاقساط ان يعطى قسط غيره اى نصيبه وذلك انصاف **إن الله يحب المقسطين** اى العادلين الذين يؤدون لكل ذى حق حقه فيجازيهم بأحسن الجزاء۔[29]

ترجمہ: اور بعض علما نے کہا ہے کہ "الاقساط" (انصاف) سے مراد یہ ہے کہ آدمی دوسرے کو اس کا حصہ دے، یعنی اس کا حق ادا کرے، اور یہی انصاف ہے۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، یعنی ان لوگوں سے جو ہر صاحبِ حق کو اس کا حق ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہترین بدلہ عطا فرماتا ہے۔

اس تفسیری عبارت میں انصاف کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے کہ انصاف صرف ظلم سے باز رہنے کا نام نہیں، بلکہ ہر صاحبِ حق کو اس کا حق دینا بھی انصاف ہے۔ جو لوگ دوسروں کے حقوق پوری دیانتداری سے ادا کرتے ہیں، وہ "مقسطین" یعنی انصاف کرنے والے کہلاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت فرماتا ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ ان عادل لوگوں کو بہترین جزا عطا کرتا ہے، کیونکہ انہوں نے ہر کام میں عدل اور توازن کو قائم رکھا۔ اس میں ہمیں یہ سبق دیا گیا ہے کہ انصاف زندگی کے ہر پہلو میں ہونا چاہیے، چاہے وہ لین دین ہو، سلوک ہو یا کسی کا حق ادا کرنا ہو۔

سورۃ الممتحنۃ میں انصاف کرنے والوں سے اللہ پاک کی محبت کا ذکر وارد ہوا ہے۔ وتقسطوا اليهم ان الله يحب المقسطين۔[30]

ترجمہ: اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو بیشک انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں۔

[28] الحجرات، 9:49

[29] حقی ، اسماعیل ، متوفیٰ 1127ھ ، روح البیان ، سورۃ الحجرات ،تحت الآیة 09، ناشر: دار الفکر، بیروت۔ج:09، ص:76

[30] الممتحنۃ: 08:60

تفسیر مدارک میں اس آیت کے تحت ہے۔

{وتقسطوا إليهم} وتقضوا إليهم بالقسط ولا تظلموهم وإذا نهى عن الظلم في حق المشرك فكيف في حق المسلم **{إن الله يحب المقسطين}**۔[31]

"اور تم ان کے ساتھ انصاف سے پیش آؤ"یعنی ان کے ساتھ عدل کے ساتھ معاملہ کرو اور ان پر ظلم نہ کرو۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے مشرک کے حق میں ظلم سے منع فرمایا، تو پھر مسلمان کے حق میں ظلم سے کتنی زیادہ سختی سے منع ہو گا۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اس تفسیری عبارت میں انصاف کی جامع تعلیم دی گئی ہے کہ حتیٰ کہ مشرک کے ساتھ بھی عدل سے پیش آنا لازم ہے اور اس پر ظلم کرنا منع ہے۔ اگر ایک مشرک کے ساتھ ظلم کی ممانعت ہے، تو مسلمانوں کے ساتھ ظلم کرنا بدرجہ اولیٰ ناجائز اور سخت قابلِ گرفت ہے۔ اس میں عدل و انصاف کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو ہر حال میں انصاف کرتے ہیں اور دوسروں کے حقوق ادا کرتے ہیں، چاہے وہ کسی بھی مذہب یا گروہ سے تعلق رکھتے ہوں۔

سورۃ الصف میں اللہ پاک کا ارشاد ہے۔ ان الله يحب الذين يقاتلون فى سبيله صفا كانهم بنيان مرصوص۔[32]

ترجمہ: بیشک اللہ ان لوگوں سے محبت فرماتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح صفیں باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

اس آیت کی تفسیر کے تحت علامہ خازن رقم طراز ہیں۔

إن الله يحب الذين يقاتلون في سبيله صفا أي يصفون أنفسهم عند القتال صفا ولا يزولون عن أماكنهم كأنهم بنيان مرصوص أي قد رص بعضه ببعض وألزق بعضه إلى بعض وأحكم فليس فيه فرجة ولا خلل ومنه۔[33]

ترجمہ: بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ ہو کر قتال کرتے ہیں، یعنی وہ لوگ جو جنگ کے وقت اپنی صفوں کو منظم رکھتے ہیں اور اپنی جگہ سے نہیں ہٹتے، جیسے کہ وہ ایک مضبوط دیوار ہوں، ایسی دیوار جس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کے ساتھ جڑی ہو، اور اس طرح مضبوطی سے پیوست ہو کہ اس میں کوئی دراڑ یا خلل باقی نہ رہے۔

اس آیت کے تفسیری مفہوم میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مجاہدین سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں پوری یکسوئی، نظم و ضبط اور اتحاد کے ساتھ لڑتے ہیں۔ وہ اپنی صفوں کو اس طرح منظم رکھتے ہیں جیسے کوئی مضبوط دیوار ہو جس کی اینٹیں آپس میں جُڑی ہوں اور جس میں نہ کوئی دراڑ ہو اور نہ ہی

---

[31] النسفی، عبد اللہ بن احمد، متوفیٰ 710ھ، مدارک التنزیل وحقائق التاویل، سورۃ الممتحنۃ تحت الآیۃ 08، الطبعۃ الاولی 1419ھ، ناشر: دار الکلم الطیب، بیروت۔ ج:4، ص:468

[32] الصف:04:61

[33] الخازن، علی بن محمد (علاء الدین) متوفی 741ھ، لباب التاؤیل فی معانی التنزیل،سورۃ الصف تحت الآیۃ 04، الطبعۃ الاولیٰ: 1415ھ، ناشر: دار الکتب العلمیۃ ،بیروت۔ ج: 4، ص: 286

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

کوئی کمزوری۔ یہ مثال اس بات کی علامت ہے کہ اللہ کو وہ لوگ محبوب ہیں جو اس کے دین کی سربلندی کے لیے مکمل اتحاد، استقامت اور پختگی کے ساتھ میدانِ عمل میں ثابت قدمی دکھاتے ہیں۔ اس میں مسلمانوں کو نظم، اتحاد اور قربانی کا درس دیا گیا ہے۔

مذکورہ بالاہ آیات میں محبوبِ خدا کا رتبہ حاصل کرنے والے افراد کی صفات کا احاطہ کیا جائے تو وہ درج ذیل ممکنہ صفات ہو سکتی ہیں۔

1 نیکی کرنے والے　　2 توبہ کرنے والے

3 صاف ستھرے رہنے والے　　4 پرہیز گاری اپنانے والے

5 صبر کرنے والے　　6 توکل کرنے والے

7 عدل کرنے والے　　8 جہاد فی سبیل کرنے والے

9 احسان کرنے والے　　10 غصہ کو پینے والے

نیکی کرنے والے:

قرب الٰہی کا حصول پانے کے لئے جو والا اور ممتاز صفت ہے وہ نیکی کرنے والا ہونا ہے۔ اس کے لئے عربی میں لفظ محسن استعمال ہوتا ہے۔ امام حاکم نے مستدرک میں حدیث مبارکہ نقل کی ہے۔

عن أبي هريرة، قال: جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: يا رسول الله، دلني على عمل إذا أنا عملت به دخلت الجنة. قال: «كن محسنا» قال: كيف أعلم أني محسن؟ قال: "سل جيرانك، فإن قالوا: إنك محسن فأنت محسن، وإن قالوا: إنك مسيء فأنت مسيء"[34]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: "یارسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جس پر میں عمل کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "محسن بن جاؤ۔" اس نے پوچھا: "میں کیسے جانوں کہ میں محسن ہوں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنے پڑوسیوں سے پوچھ لو، اگر وہ کہیں کہ تم نیک ہو تو تم واقعی نیک ہو، اور اگر وہ کہیں کہ تم برے ہو تو تم برے ہو۔"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے اخلاق و کردار کی پہچان اس کے قریبی لوگوں، خصوصاً پڑوسیوں کی گواہی سے ہوتی ہے، اور اچھے اخلاق جنت میں داخلے کا سبب ہیں۔ اور اچھے اخلاق میں سے ہے کہ بندہ خواہ کوئی قریبی تعلق والا ہو یا بعید تعلق والا اس کے ساتھ نیکی کرے۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «المؤمن يألف ويؤلف، ولا خير فيمن لا يألف، ولا يؤلف، وخير الناس أنفعهم للناس»[35]

[34] الحاکم، عبداللہ، محمد، متوفی 405ھ، المستدرک علی الصحیحین، باب الجنائز، تحت حدیث 1399، الطبعة الاولی: 1411ھ، ناشر: دار الکتب، العلمیہ۔ ج:1، ص:534

[35] الطبرانی، احمد، سلیمان، متوفی 360ھ، المعجم الاوسط، باب المیم، رقم الحدیث5787، ناشر: دار الحرمین، القاھرۃ۔ ج:6، ص:58

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مؤمن اُنس پیدا کرتا ہے اور اس سے اُنس پیدا کیا جاتا ہے، اور اس شخص میں کوئی خیر (بھلائی) نہیں جو نہ کسی سے اُنس رکھتا ہو اور نہ اس سے اُنس رکھا جائے، اور لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو سب سے زیادہ نفع پہنچانے والا ہو۔"

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ایک سچا مؤمن وہ ہوتا ہے جو دوسروں سے محبت واُنس رکھتا ہے اور لوگ بھی اس سے مانوس ہوتے ہیں۔ ایسا شخص معاشرے میں خیر و بھلائی کا ذریعہ بنتا ہے۔ جو انسان نہ خود کسی سے گھلتا ملتا ہے اور نہ لوگ اس سے اُنس رکھتے ہیں، اس میں خیر نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو دوسروں کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچائے، چاہے وہ فائدہ علم، اخلاق، خدمت یا کسی بھی نفع بخش ذریعے سے ہو۔ جب بندہ ان اوصاف سے متصف ہو جاتا ہے تو وہ محبوبِ خدا بن جاتا ہے۔

ایک بزرگ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ کبھی لذت کی وجہ سے گناہ نہ کرو کہ لذت جاتی رہے گی لیکن گناہ تمہارے ذمے باقی رہ جائے گا اور کبھی مشقت کی وجہ سے نیکی کو ترک نہ کرو کہ مشقت کا اثر ختم ہو جائے گا لیکن نیکی تمہارے نامہ اعمال میں محفوظ رہے گی۔[36]

توبہ کرنے والے:

محبوب خدا بننے والوں کا ثانیا ممتاز وصف وہ توبہ کرنے والا ہونا ہے۔ قرآن پاک میں سورۃ التحریم میں اللہ پاک کا ارشاد ہے۔

یایها الذین اٰمنوا توبوا الی الله توبة نصوحا۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جس کے بعد گناہ کی طرف لوٹنا نہ ہو۔

تفسیر خازن میں توبہ نصوح کے حوالے سے آیا ہے۔

قوله تعالى: **يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحا** أي ذات نصح تنصح صاحبها بترك العود إلى الذنب الذي تاب منه قال عمر بن الخطاب وأبي بن كعب ومعاذ التوبة النصوح أن يتوب ثم لا يعود إلى الذنب كما لا يعود اللبن إلى الضرع۔[37]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے ارشاد "یایها الذین اٰمنوا توبوا الی الله توبة نصوحا۔" کا مطلب یہ ہے کہ اے ایمان والو! اللہ کی طرف خالص توبہ کرو، ایسی توبہ جو اپنے کرنے والے کو سچی نصیحت دے کہ وہ جس گناہ سے توبہ کر رہا ہے، اس کی طرف دوبارہ نہ لوٹے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور معاذ رضی اللہ عنہ نے "توبہ نصوح" کی تفسیر یوں کی ہے کہ بندہ گناہ سے سچی توبہ کرے اور پھر دوبارہ اس گناہ کی طرف نہ لوٹے، جیسے دودھ ایک بار تھن سے نکل جائے تو دوبارہ اس میں واپس نہیں جا سکتا۔

[36] العلمیه، المدنیه، جلد بازی کے نقصانات، الطبعه: 1432ھ، ناشر: مکتبه المدنیه، کراچی۔ ص:89

[37] الخازن، علی بن محمد (علاء الدین) متوفی 741ھ، لباب التاؤیل فی معانی التنزیل،سورۃ التحریم تحت الآیة 08، ج: 4، ص: 316

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

اللہ تعالیٰ سچی اور خالص توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ سچی توبہ یہ ہے کہ انسان گناہ چھوڑ کر پختہ ارادہ کرے کہ دوبارہ اس کی طرف نہ لوٹے، جیسا کہ حضرت عمر و دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے فرمایا کہ ایسی توبہ گناہ کی طرف واپسی کو ناممکن بنا دیتی ہے، جیسے دودھ تھن سے نکلنے کے بعد واپس نہیں جا سکتا۔ اس طرح کا رجوع بندے کو اللہ کا محبوب بنا دیتا ہے۔

اسی طرح حدیث رسول ﷺ میں بھی توبہ کرنے والے شخص کے بارے میں ارشاد ہوا ہے۔

عن أبي عبيدة بن عبد الله، عن أبيه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «التائب من الذنب، كمن لا ذنب له»[38]

ترجمہ: حضرت ابو عبیدہ بن عبد اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "توبہ کرنے والا گناہ گار ایسا ہے جیسے اس پر کوئی گناہ ہی نہیں۔"

یعنی جو شخص سچے دل سے گناہ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو ایسے معاف فرما دیتا ہے جیسے اس نے کبھی وہ گناہ کیا ہی نہ ہو۔ اس طرح وہ شخص محبوبِ خدا بن جاتا ہے۔

صاف ستھرے رہنے والے:

ہر صاحبِ ذوق شخص اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ امیری ہو یا فقیری ہر حال میں صفائی، ستھرائی انسان کے وقار و شرف کی آئینہ دار ہے جبکہ گندگی انسان کی عزت و عظمت کی بدترین دشمن ہے۔ دینِ اسلام نے جہاں انسان کو کفر و شرک کی نجاستوں سے پاک کر کے عزت و رفعت عطا کی وہیں ظاہری طہارت، صفائی ستھرائی اور پاکیزگی کی اعلیٰ تعلیمات کے ذریعے انسانیت کا وقار بلند کیا، بدن کی پاکیزگی ہو یا لباس کی ستھرائی، ظاہری ہیئت کی عمدگی ہو یا طور طریقے کی اچھائی، مکان اور ساز و سامان کی بہتری ہو یا سواری کی دھلائی الغرض ہر ہر چیز کو صاف ستھرا اور جاذبِ نظر رکھنے کی دینِ اسلام میں تعلیم اور ترغیب دی گئی ہے۔

قرآن پاک میں سورۃ توبہ میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کا وصف بیان کرتے ہوئے ربِ کریم نے ارشاد فرمایا۔ فيه رجال يحبون ان يتطهروا والله يحب المطهرين۔[39]

ترجمہ: اس میں وہ لوگ ہیں جو خوب پاک ہونا پسند کرتے ہیں اور خوب پاک ہونے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

یہ آیت مسجدِ قبا والوں کے حق میں نازل ہوئی۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں۔

قيل لما نزلت مشى رسول الله صلى الله عليه وسلم ومعه المهاجرون حتى وقفوا على باب مسجد قباء فإذا الأنصار جلوس فقال أمؤمنون أنتم فسكت القوم ثم أعادها فقال عمر يا رسول الله إنهم لمؤمنون وأنا معهم فقال عليه السلام أترضون بالقضاء قالوا نعم قال أتصبرون على البلاء قالوا نعم قال أتشكرون في

[38] ابن ماجه، محمد بن يزيد (القزويني) متوفى 273ھ، سنن ابن ماجه ، كتاب الزہد، باب الذكر التوبة،الطبعة (بدونه)، ناشر: دار احياء الكتب العربية ج:2 ، ص :1420

[39] التوبة:108:09

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

الرخاء قالوا نعم قال عليه السلام مؤمنون أنتم ورب الكعبة فجلس ثم قال يا معشر الأنصار إن الله عز وجل قد أثنى عليكم فما الذي تصنعون عند الوضوء وعند الغائط قالوا يا رسول الله نتبع الغائط الأحجار الثلاثة ثم نتبع الأحجار الماء فتلا النبي عليه السلام {رجال يحبون أن يتطهروا}۔[40]

ترجمہ: جب آیت { فیه رجال يحبون ان يتطهروا } نازل ہوئی، تو رسول اللہ ﷺ مہاجرین کے ساتھ مسجد قُباء کے دروازے پر تشریف لائے۔ وہاں انصار بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: "کیا تم مؤمن ہو؟" وہ خاموش رہے۔ آپ ﷺ نے دوبارہ پوچھا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: "یا رسول اللہ! بے شک وہ مؤمن ہیں اور میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔" آپ ﷺ نے پوچھا: "کیا تم اللہ کے فیصلے پر راضی ہو؟" انہوں نے کہا: "جی ہاں۔" پھر فرمایا: "کیا تم مصیبت پر صبر کرتے ہو؟" جواب دیا: "جی ہاں۔" فرمایا: "آسائش میں شکر کرتے ہو؟" بولے: "جی ہاں۔" تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تم مؤمن ہو، رب کعبہ کی قسم!" پھر آپ ﷺ بیٹھ گئے اور فرمایا: "اے گروہِ انصار! اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف فرمائی ہے، یہ بتاؤ تم قضائے حاجت اور وضو کے وقت کیا کرتے ہو؟" انہوں نے کہا: "ہم قضائے حاجت کے بعد تین پتھر استعمال کرتے ہیں، پھر پانی سے صفائی کرتے ہیں۔" یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے وہ آیت تلاوت فرمائی: {فیه رجال يحبون ان يتطهروا} (وہ لوگ جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں)۔

اس تفسیری روایت سے معلوم ہوا کہ جب آیت {فیه رجال يحبون ان يتطهروا} نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ مسجد قباء کے انصار کے پاس تشریف لائے اور ان کے ایمان، صبر، شکر اور آزمائش پر رضا کے بارے میں سوالات کیے، جن کے جواب میں انہوں نے مکمل یقین اور اعتماد سے کہا کہ ہم اللہ کے فیصلوں پر راضی ہیں، مصیبت پر صبر کرتے ہیں اور آسائش میں شکر ادا کرتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے ان کی صفائی کے معمولات پوچھے، تو انہوں نے بتایا کہ قضائے حاجت کے بعد پتھروں سے استنجا کرتے ہیں اور پھر پانی سے طہارت حاصل کرتے ہیں۔ نبی ﷺ نے ان کے اس اہتمام کی تعریف کی اور قرآن کی وہ آیت پڑھ کر سنائی جس میں ان کی پاکیزگی کی عادت کو اللہ تعالیٰ نے سراہا، جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایمان کے ساتھ ظاہری صفائی بھی اللہ کو محبوب ہے۔

صفائی ستھرائی کی اہمیت کے پیشِ نظر صحیح مسلم میں حدیث مبارکہ ہے۔عن أبي مالك الأشعري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «الطهور شطر الإيمان»[41]

ترجمہ: حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پاکیزگی (طہارت) ایمان کا نصف ہے۔"

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے طہارت کو ایمان کا آدھا حصہ قرار دیا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں صفائی صرف ظاہری عمل نہیں بلکہ ایک روحانی قدر بھی ہے۔ طہارت سے مراد صرف جسم کی صفائی نہیں بلکہ دل، نیت اور اعمال کی پاکیزگی بھی شامل ہے۔ چونکہ عبادات کی قبولیت

[40] النسفی، عبد اللہ بن احمد، متوفیٰ 710ھ، مدارک التنزیل وحقائق التاویل، سورة التوبه تحت الآية 108،ج:1، ص:710

[41] مسلم بن حجاج، (ابو الحسن)، متوفیٰ 261ھ، صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب فضل الوضوءرقم الحدیث 223، الطبعة (بدونه)، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت۔ ج: 21، ص:203

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

طہارت پر موقوف ہے، اس لیے اسلام نے اسے ایمان کے ساتھ جوڑ دیا۔ اس انداز سے دین ہمیں سکھاتا ہے کہ ایک مؤمن کا ظاہر اور باطن دونوں پاک اور صاف ہونے چاہئیں۔ جب وہ اس مرتبے پر فائز ہو جاتا ہے تو محبوبِ خدا بن جاتا ہے۔

پرہیزگاری اپنانے والے:

جو بندے اللہ کو محبوب ہیں انکے اوصاف میں سے ایک وصف پرہیزگاری کو اپنانا بھی ہے۔ اللہ پاک کا قرآن پاک میں سورۃ الحجرات میں ارشاد ہوتا ہے۔ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔[42]

ترجمہ: بیشک اللہ کے یہاں تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

آیت کے اس حصے میں وہ چیز بیان فرمائی جارہی ہے جو انسان کے لئے شرافت وفضیلت کا سبب ہے اور جس سے اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت حاصل ہوتی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تم میں سے زیادہ عزت والا وہ شخص ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

تفسیر نسفی میں اس آیت کی تفسیر میں ہے۔

وعن يزيد ابن شجرة مر رسول الله صلى الله عليه وسلم في سوق المدينة فرأى غلاما أسود يقول من اشتراني فعلى شرط أن لا يمنعني من الصلوات الخمس خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فاشتراه بعضهم فمرض فعاده رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم توفي فحضر دفنه فقالوا في ذلك شيئا فنزلت۔[43]

ترجمہ: "یزید بن شجرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کے بازار سے گزرے، تو ایک حبشی غلام کو دیکھا جو کہہ رہا تھا: "کون مجھے خریدے گا؟ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پانچوں نمازیں پڑھنے سے نہ روکے۔" تو کسی نے اسے خرید لیا۔ پھر وہ بیمار ہو گیا، تو رسول اللہ ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لائے، پھر وہ وفات پا گیا، تو نبی ﷺ اس کے جنازے میں شریک ہوئے اور اس کی تدفین میں حاضر ہوئے، تو لوگوں نے اس (واقعے) پر کچھ گفتگو کی تو اس پر آیت مبارکہ نازل ہوئی"۔

یہ تفسیری روایت نماز کی عظمت، مساوات، اور نبی کریم ﷺ کی رحمت و شفقت کا عملی نمونہ پیش کرتی ہے۔ ایک حبشی غلام نے بازار میں خود کو اس شرط پر فروخت کرنے کی بات کی کہ اسے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پانچوں نمازیں پڑھنے سے نہ روکا جائے، جو اس کی دینداری، نماز سے محبت اور عبادت کو مقدم رکھنے کا ثبوت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس غلام کی بیماری میں عیادت فرمائی اور وفات پر نہ صرف جنازہ پڑھایا بلکہ تدفین میں بھی بنفس نفیس شریک ہوئے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام میں رنگ، نسل اور سماجی حیثیت کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں، بلکہ تقویٰ اور عبادت ہی اصل معیار ہیں۔ جن کی بدولت انسان محبوبِ خدا بن جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں یہ اعلان فرمایا تھا۔

---

[42] الحجرات:49:13

[43] النسفی، عبد اللہ بن احمد، متوفی 710ھ، مدارک التنزیل وحقائق التاویل، سورۃ الحجرات تحت الآیۃ 13، ج:3، ص:357

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

«يا أيها الناس، ألا إن ربكم واحد، وإن أباكم واحد، ألا لا فضل لعربي على عجمي، ولا لعجمي على عربي، ولا أحمر على أسود، ولا أسود على أحمر، إلا بالتقوى»[44]

ترجمہ: "اے لوگو! سن لو! بے شک تمہارا رب ایک ہے، اور تمہارا باپ (آدم) بھی ایک ہے۔ سن لو! کسی عربی کو عجمی پر، اور کسی عجمی کو عربی پر، اور نہ کسی گورے (سرخ) کو کالے پر، اور نہ کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل ہے، سوائے تقویٰ کے۔"

یہ حدیث نبی کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمائی جس میں انسانیت کو مساوات، اخوت اور تقویٰ کا جامع پیغام دیا گیا۔ آپ ﷺ نے واضح فرمایا کہ تمام انسان ایک رب کے بندے اور ایک ہی باپ آدم کی اولاد ہیں، اس لیے کسی عربی کو عجمی پر، یا گورے کو کالے پر کوئی نسلی یا لسانی فضیلت حاصل نہیں، صرف تقویٰ یعنی اللہ سے ڈرنا، نیکی اختیار کرنا اور گناہوں سے بچنا ہی اصل معیارِ فضیلت ہے۔ یہ پیغام ہر دور کے انسانوں کے لیے عدل، برابری اور انسانی عظمت کی بنیاد فراہم کرتا ہے کہ اگر انسان اللہ پاک کی بارگاہ میں بلند مقام حاصل کرنا چاہتا ہے تو تقوی کو اپنالے۔

صبر کرنے والے:

جن افراد سے رب تعالیٰ محبت فرماتا ہے ان میں سے وہ فرد بھی ہے جو صبر کرنے والا ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ انما یوفی الصابرون اجرهم بغير حساب۔[45]

ترجمہ: صبر کرنے والوں ہی کو ان کا ثواب بے حساب بھرپور دیا جائے گا۔

تفسیر ابو السعود میں ہے۔

أي إنما يوفى الذين صبروا على دينهم وحافظوا على حدوده ولم يفرطوا في مراعاة حقوقه لما اعتراهم في ذلك من فنون الآلام والبلايا التي من جملتها مهاجرة الأهل ومفارقة الأوطان {**أجرهم**} بمقابلة ما كابدوا من الصبر {**بغير حساب**} أي بحيث لا يحصى ولا يحصر۔[46]

ترجمہ: یعنی وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین پر ثابت قدمی کے ساتھ صبر کیا، اس کی حدود کی پاسداری کی اور اس کے حقوق کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی، باوجود اس کے کہ انہیں طرح طرح کی تکالیف اور آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا جن میں وطن کی جدائی، اہل و عیال سے بچھڑنا اور دیگر مصیبتیں شامل تھیں اللہ تعالیٰ ان صبر کرنے والوں کو ان کے صبر کے بدلے ایسا اجر عطا فرمائے گا جو بے حساب ہوگا، یعنی ایسا اجر جس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا اور نہ ہی اس کا شمار ممکن ہے۔

اس عبارت کی وضاحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر عطا فرمائے گا، لیکن یہ صبر صرف وقتی پریشانیوں پر خاموشی کا نام نہیں بلکہ دین پر ثابت قدم رہنا، اللہ کے احکام کی پابندی کرنا، اور دین کے حقوق کی ادائیگی میں کسی قسم کی سستی یا کوتاہی نہ کرنا بھی اس میں شامل ہے۔ ان اہلِ

[44] احمد بن محمد بن حنبل، متوفی 241ھ، مسند الامام احمد بن حنبل، احادیث رجال من اصحاب النبی ﷺ، رقم الحدیث 23489 ، الطبعة الاولى : 1421ھ، ناشر: مؤسسة الرسالة، ج: 38، ص : 474

[45] الزمر:10:39

[46] ابو السعود، محمدبن محمد، متوفی 982ھ، تفسیر ابی السعود، سورة الزمر تحت الآیة 10، ناشر : دار احیاء التراث، بیروت ۔ ج :67، ص 246

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

صبر کو زندگی میں بہت سی آزمائشوں، تکلیفوں، مصیبتوں، وطن واہل خانہ سے جدائی اور دیگر مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لیکن وہ ان تمام حالات میں اپنے ایمان پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ اجر کو کسی حساب یا پیمانے کے بغیر عطا کرے گا، یعنی اتنا زیادہ کہ اس کا شمار ممکن نہ ہو گا۔

وہ لوگ جو مصائب پر صبر کرتے ہیں انکو کل قیامت کس قدر نوازا جائے گا اس بارے میں حدیث رسول صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہے۔

عن ابن عباس، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «يؤتى بالشهيد يوم القيامة فينصب للحساب، ويؤتى بالمتصدق فينصب للحساب، ثم يؤتى بأهل البلاء، ولا ينصب لهم ميزان، ولا ينشر لهم ديوان فيصب عليهم الأجر صبا حتى إن أهل العافية ليتمنون في الموقف أن أجسادهم قرضت بالمقاريض من حسن ثواب الله لهم»[47]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: قیامت کے دن شہید کو لایا جائے گا اور اس کا حساب قائم کیا جائے گا، پھر صدقہ کرنے والے کو لایا جائے گا اور اس کا بھی حساب لیا جائے گا، لیکن جن لوگوں نے دنیا میں مصیبتیں اور آزمائشیں برداشت کی ہوں گی (اہلِ بلاء)، انہیں لایا جائے گا تو ان کے لیے نہ کوئی میزان (ترازو) قائم کی جائے گی اور نہ ان کے اعمال نامے کھولے جائیں گے، بلکہ ان پر اجر و ثواب اس قدر بے حساب اور لگاتار نازل کیا جائے گا کہ اہلِ عافیت (وہ لوگ جنہیں دنیا میں کوئی بڑی مصیبت نہ پہنچی) یہ تمنا کریں گے کہ کاش ان کے جسم قینچیوں سے کاٹ دیے گئے ہوتے تاکہ وہ بھی ان عظیم ثوابوں کے مستحق ٹھہرتے۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن ہر انسان کا حساب لیا جائے گا، یہاں تک کہ شہید اور صدقہ کرنے والے جیسے عظیم اعمال کرنے والوں کا بھی حساب ہو گا، تاکہ ان کے اعمال کے مطابق جزا دی جائے۔ لیکن جو لوگ دنیا میں مسلسل آزمائشوں، تکلیفوں، بیماریوں اور مصیبتوں میں مبتلا رہے اور ان پر صبر کرتے رہے، ان کے لیے نہ کوئی میزان (ترازو) نصب کیا جائے گا اور نہ ان کے اعمال نامے کھولے جائیں گے، بلکہ ان پر اللہ کا اجر و ثواب اتنی کثرت سے اور بغیر حساب نازل ہو گا کہ وہ اس مقام پر سب سے بلند درجے کے حامل ہوں گے۔ یہ منظر دیکھ کر دنیا میں آرام و راحت میں رہنے والے لوگ بھی تمنا کریں گے کہ کاش وہ بھی دنیا میں سخت ترین تکالیف میں مبتلا ہوتے، تاکہ آج انہیں بھی یہ عظیم انعامات اور مقامات نصیب ہوتے۔

توکل کرنے والے:

اللہ پاک کی ذات پر بھروسہ کر لینا ایسا وصف ہے کہ بندہ دنیا میں بھی کامیاب اور آخرت میں بھی سرخرو ہو گا اور اس کیساتھ ساتھ وہ شخص محبوبِ خدا بھی بن جائے گا۔ قرآن پاک میں اللہ پاک کا ارشاد ہوتا ہے۔ومن يتوكل على الله فهو حسبه۔[48]

---

[47] الطبرانی، احمد، سلیمان، متوفیٰ 360ھ، المعجم الکبیر، ابو الشعثاء، جابر بن زید عن ابن عباس، رقم الحدیث12829، الطبعة الاولی:1415ھ، ناشر: مکتبه ابن تیمیه، القاهرة۔ ج:12،ص:182

[48] الطلاق:03:69

ترجمہ: اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہئے اور اپنے تمام امور میں اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

توکل کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لو أنكم كنتم توكلون على الله حق توكله لرزقتم كما يرزق الطير تغدو خماصا وتروح بطانا۔[49]

ترجمہ: "اگر تم اللہ پر اس طرح بھروسا کرو جیسا کہ اس پر بھروسا کرنے کا حق ہے، تو وہ تمہیں اسی طرح رزق دے گا جیسے پرندوں کو دیتا ہے، جو صبح کو خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ واپس آتے ہیں۔"

یہ حدیث مبارکہ توکل علی اللہ کی حقیقت کو نہایت جامع انداز میں واضح کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم اللہ پر مکمل اعتماد اور یقین کے ساتھ توکل کرو، تو وہ تمہیں ایسا رزق عطا کرے گا جیسا وہ پرندوں کو عطا کرتا ہے، جو صبح بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر واپس آتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ توکل کا مطلب صرف دعا کرنا یا انتظار کرنا نہیں، بلکہ اس کے ساتھ عملی جدوجہد بھی ضروری ہے۔ اس حدیث سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ پر بھروسہ کرنے والا کبھی محروم نہیں رہتا، بشرطیکہ وہ سعی و عمل کے دامن کو نہ چھوڑے۔

اسی طرح امام بخاری علیہ الرحمۃ نے حدیث پاک نقل کی ہے۔

عن ابن عباس: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «يدخل الجنة من أمتي سبعون ألفا بغير حساب، هم الذين لا يسترقون، ولا يتطيرون، وعلى ربهم يتوكلون»[50]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میری امت میں سے ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ وہ وہ لوگ ہوں گے جو (جھاڑ پھونک کے لیے) دم نہیں کرواتے، بدشگونی نہیں لیتے، اور اپنے رب پر مکمل توکل کرتے ہیں۔"

اس حدیثِ مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے ان خوش نصیب لوگوں کا ذکر فرمایا ہے جو بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ ان کی خصوصیات یہ بیان کی گئیں کہ وہ جھاڑ پھونک (دم) نہیں کرواتے، بدشگونی نہیں لیتے، اور اپنے رب پر مکمل بھروسا کرتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کا دل صرف اللہ سے وابستہ ہوتا ہے، وہ مخلوق پر نہیں بلکہ خالق پر اعتماد کرتے ہیں، اور توہمات بچتے ہیں۔ لہذا ہمیں اپنے خالق پر کامل توکل کرنا چاہئے اگر ہم محبوبِ خدا بننا چاہتے ہیں۔

---

[49] ترمذی، محمد بن عیسیٰ، (ابو عیسیٰ)، متوفی: 279ھ، جامع الترمذی، کتاب الزهد، باب فی التوکل علی الله، رقم الحدیث 2344، الطبعة: 1998ء، ناشر: دار الغرب الاسلامی، بیروت۔ ج:4، ص: 151

[50] بخاری، محمد بن اسماعیل، متوفیٰ 256ھ، الجامع الصیحح، کتاب الرقاق، باب من یتوکل علی الله فهو حسبه رقم الحدیث 6472، الطبعة الاولی 1422ھ، ناشر: دار طوق النجاة، ج:8، ص:100

عدل کرنے والے:

ہر شخص کو اس کا حق دینا، کسی کے ساتھ زیادتی نہ کرنا، خواہ وہ دوست ہو یا دشمن، اور فیصلے کرتے وقت ذاتی تعلق، مفاد یا تعصب کو دخل نہ دینا عدل کہلاتا ہے۔ اللہ پاک کو عدل کرنا محبوب ہے۔

قرآن میں پاک اللہ پاک کا ارشاد ہوتا ہے۔ اعدلوا هو اقرب للتقوى۔[51]

ترجمہ: انصاف کرو، یہ پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے۔

علامہ نسفی علیہ الرحمۃ نے بہت احسن انداز آیت مبارکہ کہ اس حصہ کی تفسیر بیان کی ہے۔

وإذا كان وجوب العدل مع الكفار بهذه الصفة من القوة فما الظن بوجوبه مع المؤمنين الذين هم أولياؤه۔[52]

ترجمہ: "جب کافروں کے ساتھ اس شدت اور زور کے ساتھ عدل کا واجب ہونا ثابت ہے، تو بھلا مومنوں کے ساتھ عدل کا واجب ہونا (جن سے تمہاری ولایت اور دوستی ہے) کس قدر زیادہ لازم ہو گا؟"

اس تفسیری عبارت میں عدل وانصاف کی جامع تعلیم دی گئی ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ اگر اسلام ہمیں دشمنوں اور کافروں کے ساتھ بھی عدل وانصاف کا سختی سے حکم دیتا ہے، تو ان مومنوں کے ساتھ عدل کرنا تو اور بھی زیادہ ضروری ہے جو ہمارے دینی بھائی، دوست اور ولی ہیں۔ یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ عدل کسی قوم، دین یا رشتے کا محتاج نہیں بلکہ ایک عالمگیر اصول ہے جو ہر حال میں لازم ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے معاملات میں خاص طور پر اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ انصاف اور دیانتداری کا معاملہ کریں، کیونکہ ان سے تو محبت، اخوت اور اتحاد کا رشتہ بھی موجود ہے۔ کیونکہ قرآن میں تو مومن کو مومن کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔

عدل کرنے والوں کی جزا کے بارے میں صحیح مسلم کی حدیث پاک ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «إن المقسطين عند الله على منابر من نور، عن يمين الرحمن عز وجل، وكلتا يديه يمين، الذين يعدلون في حكمهم وأهليهم وما ولوا۔»[53]

ترجمہ: "بے شک عدل کرنے والے لوگ اللہ کے ہاں نور کے منبروں پر ہوں گے، جو کہ رحمٰن (اللہ تعالیٰ) کے دائیں جانب ہوں گے اور رحمان کے دونوں دست قدرت دائیں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلوں میں، اپنے اہل وعیال میں، اور جن ذمہ داریوں کے وہ والی (ذمہ دار) بنائے گئے، ان میں انصاف کرتے ہیں۔"

یہ حدیث مبارکہ عدل وانصاف کی عظمت اور عدل کرنے والوں کے بلند مقام کو بیان کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ اپنی ذمہ داریوں، فیصلوں اور اہل وعیال کے ساتھ عدل کرتے ہیں، قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کے قریب، نور کے منبروں پر ہوں گے۔ یہ مقام ان کی دنیاوی دیانت

---

[51] المائدہ:08:05

[52] النسفی، عبد اللہ بن احمد، مرجع سبق ذکرہ، ج:1، ص:432

[53] مسلم بن حجاج، (ابو الحسن)، متوفیٰ 261ھ، صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فضيلة الامام العادل رقم الحديث 1827، الطبعة (بدونہ)، ناشر: دار احياء التراث العربی، بیروت۔ ج: 3، ص:1458

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

داری، انصاف پسندی اور حق پرستی کا صلہ ہو گا۔ حدیث میں "عن یمین الرحمن" یعنی اللہ کے دائیں جانب ہونے کا ذکر، ان کے شرف اور قرب الٰہی کو ظاہر کرتا ہے، اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ عدل صرف حکمرانوں کا نہیں، بلکہ ہر فرد کا فرض ہے، چاہے وہ خاندان کا سربراہ ہو یا کسی چھوٹے عہدے پر فائز۔ جو دنیا میں عدل کرے گا، آخرت میں اللہ کی خاص رحمت اور عزت کا مستحق ٹھہرے گا۔

جہاد فی سبیل اللہ کرنے والے:

جہاد فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں جدوجہد) ایک اہم اسلامی تصور ہے، جس کا مقصد دینِ حق کو غالب کرنا، ظلم کے خلاف کھڑا ہونا، مظلوموں کی مدد کرنا اور اللہ کے دین کو پھیلانا ہے۔ جو لوگ اللہ پاک کی راہ میں جان، مال، اولاد اور اہل و عیال کو قربان کر دیتے ہیں وہ اللہ پاک کے محبوب بن جاتے ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ پاک کا ارشاد ہوتا ہے۔

ان اشترٰی من المؤمنین انفسهم واموالهم بان لهم الجنة يقاتلون فی سبيل الله فيقتلون ويقتلون۔[54]

ترجمہ: بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بدلے میں خرید لئے کہ ان کے لئے جنت ہے، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں تو قتل کرتے ہیں اور شہید ہوتے ہیں۔

اس آیت میں راہِ خدا میں جان و مال خرچ کر کے جنت پانے والے ایمانداروں کی ایک مثال بیان کی گئی ہے جس سے کمال لطف و کرم کا اظہار ہوتا ہے کہ پروردگارِ عالم نے انہیں جنت عطا فرمانا ان کے جان و مال کا عوض قرار دیا ہے اور اپنے آپ کو خریدار فرمایا یہ کمال عزت افزائی ہے کہ وہ ہمارا خریدار بنے اور ہم سے خریدے۔ کس چیز کو؟ وہ جو نہ ہماری بنائی ہوئی ہے اور نہ ہماری پیدا کی ہوئی ہے۔ جان ہے تو اسکی پیدا کی ہوئی اور مال ہے تو اسکا عطا فرمایا ہوا۔ جہاد کی فضیلت میں کثیر احادیث مبارکہ وارد ہوئی ہیں۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ:«إن في الجنة مائة درجة أعدها الله للمجاهدين في سبيل الله، ما بين الدرجتين كما بين السماء والأرض»[55]

ترجمہ: جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔

یہ حدیث مجاہدین فی سبیل اللہ کی عظمت اور ان کے اجر کی بلندی کو ظاہر کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت میں خاص درجے مقرر فرمائے ہیں، جن کی وسعت کا اندازہ بھی دنیاوی پیمانوں سے لگانا ممکن نہیں۔ اور یہ ان خوش نصیبوں کے لئے ہیں جو اپنے جان و مال کو دینِ اسلام کی سربلندی کے لئے اللہ کی راہ میں قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔

[54] التوبہ:111:11

[55] بخاری، محمد بن اسماعیل، متوفیٰ 256ھ، الجامع الصحیح ،کتاب الجهاد والسير، باب درجات المجاهدين فی سبیل الله، رقم الحديث 2790،الطبعة الاولى 1422ھ، ناشر : دار طوق النجاة، ج:4، ص :16

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں آیا ہے۔ جس کو حضرت انس رضی اللہ نے روایت کیا ہے۔

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ:«ما من عبد يموت له عند الله خير يحب أن يرجع إلى الدنيا، وله الدنيا وما فيها، إلا الشهيد؛ فإنه يتمنى أن يرجع إلى الدنيا فيُقتل عشر مرات لما يرى من الكرامة»[56]

ترجمہ:

جب کسی بندے کی موت ہو جاتی ہے اور وہ اللہ کے ہاں بھلائی پاتا ہے، تو وہ دنیا میں واپس آنا نہیں چاہتا، خواہ اسے پوری دنیا اور اس کی نعمتیں مل جائیں۔ سوائے شہید کے، وہ چاہتا ہے کہ دنیا میں واپس آ کر دس مرتبہ شہید کیا جائے، اس عزت و شرف کو دیکھ کر جو اسے دیا گیا۔

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے شہادت کے عظیم مرتبے اور بلند مقام کو بیان فرمایا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ کوئی بھی بندہ جس کی موت کے بعد اللہ کے ہاں بھلائی کا فیصلہ ہو جائے، وہ دوبارہ دنیا میں لوٹنے کی تمنا نہیں کرتا، چاہے اسے پوری دنیا اور اس کی ساری نعمتیں مل جائیں۔ لیکن شہید اس سے مستثنیٰ ہے، وہ بار بار دنیا میں آ کر شہید ہونے کی آرزو کرتا ہے کیونکہ وہ اللہ کی طرف سے عطا کردہ عزت، کرامت، اور جنت میں اپنے بلند مقام کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ یہ تمنا اس کی اس خوشی، فخر اور مقام کا واضح اظہار ہے جو شہادت کے نتیجے میں اسے حاصل ہوتا ہے۔

احسان کرنے والے:

قرآن مجید میں احسان کرنے والوں کو اللہ کا محبوب قرار دیا گیا ہے۔ بیشتر مقامات پر احسان کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور واضح فرمایا گیا ہے کہ اللہ پاک احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ سورۃ المائدہ کے آخر میں اللہ پاک کا ارشاد ہوتا ہے۔ واللہ يحب المحسنين۔[57]

ترجمہ: اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

علامہ بیضاوی لکھتے ہیں۔

والله يحب المحسنين فلا يؤاخذهم بشيء، وفيه أن من فعل ذلك صار محسنا ومن صار محسنا صار لله محبوبا۔[58]

ترجمہ: اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے، پس وہ ان سے کسی بات پر مؤاخذہ نہیں کرتا۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ جو ایسا عمل کرے (یعنی نیکی کرے)، وہ محسن بن جاتا ہے، اور جو محسن بن جائے، وہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔

علامہ بیضاوی علیہ الرحمۃ اس تفسیری عبارت میں احسان کی اہمیت اور اس کے روحانی مقام کو واضح فرماتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ جو شخص نیکی اور بھلائی کا رویہ اختیار کرتا ہے، وہ محسن بن جاتا ہے، اور جب کوئی بندہ محسن بن جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو جاتا ہے۔ مزید یہ کہ جو اللہ کا محبوب ہو، اللہ اس

[56] بخاری، محمد بن اسماعیل، متوفیٰ 256ھ، مرجع سبق ذکرہ، ج:4، ص :22

[57] المائدہ:93:5

[58] البیضاوی، عمر، عبد اللہ، متوفی 685ھ، انوار التنزیل و اسرار التاویل،سورۃ المائدۃ تحت الآیۃ 93،ج:2،ص:143

سے در گزر فرماتا ہے اور معمولی لغزشوں پر مؤاخذہ نہیں کرتا۔ یعنی احسان نہ صرف انسان کو اخلاقی بلندی پر پہنچاتا ہے، بلکہ وہ اسے اللہ کی خاص محبت اور حفاظت میں لے آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نیکی کرنا محض ایک اخلاقی فریضہ نہیں، بلکہ وہ بندے کو رب کا محبوب بنا دینے والا عمل ہے، جو بندے کو دنیا و آخرت کی کامیابی عطا کرتا ہے۔

حدیث مبارکہ میں احسان کی ترغیب ارشاد فرماتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس کو امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم میں روایت کیا ہے۔

قال: «إن الله كتب الإحسان على كل شيء، فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة، وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح، وليحد أحدكم شفرته، فليرح ذبيحته»[59]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں احسان (یعنی بھلائی، حسنِ سلوک) کو لازم قرار دیا ہے، پس جب تم قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو، اور جب تم ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ اپنی چھری کو تیز کرے، تاکہ اپنی ذبیحہ کو آرام پہنچائے (تکلیف نہ دے)"۔

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ احسان صرف عبادات یا انسانوں کے ساتھ نہیں بلکہ جانوروں کے ساتھ بھی مطلوب ہے۔ حتیٰ کہ قتل جیسے سخت عمل میں بھی ظلم یا بے رحمی نہیں، بلکہ رحمت، نرمی اور کم سے کم تکلیف دینے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اسلام میں احسان کا دائرہ بہت وسیع ہے، جو ہر عمل اور ہر مخلوق تک پھیلا ہوا ہے۔

عن أبي هريرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم: «أن امرأة بغيا رأت كلبا في يوم حار يطيف ببئر، قد أدلع لسانه من العطش، فنزعت له بموقها فغفر لها»[60]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ایک بدکار عورت نے ایک دن شدید گرمی میں ایک کتے کو دیکھا جو پیاس کی شدت سے ایک کنویں کے ارد گرد چکر لگا رہا تھا، اس کی زبان پیاس سے باہر نکلی ہوئی تھی۔ اس عورت نے اپنا موزہ اتارا اور اس سے پانی نکال کر کتے کو پلایا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کی وجہ سے اسے معاف فرما دیا۔"

یہ حدیث مبارکہ احسان، رحم دلی اور اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کو واضح کرتی ہے۔ ایک بدکار عورت نے شدید گرمی میں پیاس سے تڑپتے ہوئے کتے کو دیکھا، جو پانی کی تلاش میں کنویں کے ارد گرد چکر لگا رہا تھا۔ اس عورت نے اپنا موزہ نکالا، اس سے پانی بھر کر کتے کو پلایا۔ یہ بظاہر ایک چھوٹا سا عمل تھا، مگر اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ اس عورت کے گناہوں کو معاف فرما دیا۔ اس واقعے سے ہمیں سکھایا گیا ہے کہ مخلوق پر احسان کرنا، رحم کرنا اور نیکی کا کوئی بھی عمل کرنا، چاہے وہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو، اللہ کی رضا اور مغفرت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ لہذا ہم کو ہر کسی کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا چاہئے خواہ وہ انسان ہو یا حیوان ہو۔

[59] مسلم بن حجاج، (ابو الحسن)، متوفی 261ھ، مرجع سبق ذكره، ج: 3 ، ص:1548

[60] مسلم بن حجاج، (ابو الحسن)، متوفی 261ھ، مرجع سبق ذكره، ج: 34، ص:1761

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

غصہ کو پینے والے:

غصہ کو پینے سے مراد یہ ہے کہ انسان جب شدید غصے کی حالت میں ہو، تب بھی اپنے نفس کو قابو میں رکھے، بدلہ نہ لے، کسی پر ظلم نہ کرے، زبان یا ہاتھ سے کوئی بر ارد عمل ظاہر نہ کرے بلکہ ضبط نفس، صبر اور برداشت سے کام لے۔ یہ ایسا ہے جیسے انسان کا غصہ ایک اُبلتا ہوا لاوا ہو، مگر وہ اسے نگل لے اور اپنے نفس کو ٹھنڈا رکھے اسی کو "کظم الغیظ" کہا جاتا ہے، یعنی غصے کو پی جانا۔ اس بارے میں قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس والله یحب المحسنین۔[61]

ترجمہ: اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ نیک لوگوں سے محبت فرماتا ہے۔

تفسیر سمرقندی میں آیت کے اس حصے کے تحت ہے۔

"**والكاظمين الغيظ**": يعني المرددين الغيظ في أجوافهم، وأصله في اللغة: كظم البعير إذا ردد جرته. ومعناه: الذين إذا أصابهم الغيظ تجاوزوا ولم يعاقبوا. "**والعافين عن الناس**" قال الكلبي: يعني عن المملوكين. ويقال: والعافين عن الناس بعد قدرتهم عليهم فيعفوا عنهم "**والله يحب المحسنين**": من الأحرار والمملوكين، ويقال: الذين يحسنون بعد العفو ويزيدون عليه إحسانا وروي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: «من كظم غيظا وهو يقدر على أن ينفذه ثم لم ينفذه زوجه الله من الحور العين حيث يشاء[62]

ترجمہ: "والكاظمين الغيظ "یعنی وہ لوگ جو اپنا غصہ اپنے اندر دبا لیتے ہیں، جیسے عربی میں کہا جاتا ہے "كظم البعير "یعنی اونٹ جب اپنی رال یا جو کچھ منہ میں ہو اسے واپس حلق میں روک لے، اسی طرح یہ لوگ بھی غصے کو دل میں روکے رکھتے ہیں اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو انتقام نہیں لیتے بلکہ درگزر کرتے ہیں۔ "والعافين عن الناس "یعنی وہ لوگ جو لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں؛ کلبی کے مطابق یہاں مراد غلاموں کو معاف کرنا ہے، اور ایک قول کے مطابق مراد یہ ہے کہ جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود دوسروں کو معاف کر دیں۔ "والله يحب المحسنين "یعنی اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو معاف کرنے کے بعد مزید بھلائی کرتے ہیں، چاہے وہ آزاد ہوں یا غلام، اور وہ لوگ جو صرف درگزر نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ احسان بھی کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: "جو شخص غصے کے باوجود اس پر قابو پائے، حالانکہ وہ بدلہ لینے پر قادر ہو، لیکن پھر بھی بدلہ نہ لے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے حور العین سے نکاح کرائے گا، جہاں وہ چاہے گا۔"

اس آیت اور اس کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں اخلاقی بلندی کی اعلیٰ مثال غصے پر قابو پانا، دوسروں کو معاف کرنا، اور ان کے ساتھ بھلائی کرنا ہے۔ "کظمِ غیظ "کا مطلب صرف غصے کو دبانا نہیں بلکہ ایسے موقع پر صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا ہے جب بدلہ لینا ممکن ہو۔ معاف کرنے کی فضیلت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب انسان کو بدلہ لینے کی قدرت ہو لیکن وہ درگزر کو ترجیح دے۔ اس کے بعد جو شخص صرف معافی پر اکتفا نہ کرے بلکہ

[61] آل عمران:134:3

[62] سمرقندی، نصر بن محمد (ابو اللیث) متوفیٰ 373ھ، مرجع سبق ذکرہ، ج:1، ص:247

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

حسن سلوک سے پیش آئے، وہ "محسن" کہلاتا ہے، اور ایسے ہی لوگوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔ حدیث میں ایسے شخص کے لیے جنت میں حور العین جیسا انعام بتایا گیا ہے، جو اس عظیم خلق کی قدر و منزلت کو ظاہر کرتا ہے۔

دینِ اسلام میں غصے پر قابو پانے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ حدیث مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «ليس الشديد بالصرعة، إنما الشديد الذي يملك نفسه عند الغضب»

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "طاقتور وہ نہیں جو کشتی میں دوسرے کو پچھاڑ دے، بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔"

یہ حدیث ہمیں بتاتی ہے کہ اصل بہادری اور طاقت کسی کو جسمانی طور پر زیر کرنا نہیں، بلکہ اپنی نفسانی قوت سے غصے پر قابو پانا ہے۔ یہ اخلاقی بلندی کی علامت ہے کہ انسان سخت ترین جذبات کی حالت میں بھی خود کو قابو میں رکھے۔ اس ضمن میں امام زین العابدین کا ایک مشہور واقعہ ذکر کیا جاتا ہے۔

جعلت جارية لعلي بن الحسين تسكب عليه الماء يتهيأ للصلاة فسقط الإبريق من يد الجارية على وجهه فشجه فرفع علي بن الحسين رأسه إليها فقالت الجارية إن الله عز وجل يقول " والكاظمين الغيظ " فقال لها قد كظمت غيظي قالت " والعافين عن الناس " قال قد عفا الله عنك قالت " والله يحب المحسنين " قال فاذهبي فأنت حرة۔[63]

امام علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہما کی ایک لونڈی آپ رضی اللہ عنہ پر وضو کے لیے پانی ڈال رہی تھی کہ اچانک برتن اس کے ہاتھ سے گر کر آپ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر لگا اور آپ رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے فوراً قرآن کی آیت پڑھی: "والكاظمين الغيظ" (اور غصہ پینے والے)، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے اپنا غصہ پی لیا"۔ اس نے کہا: "والعافين عن الناس" (اور لوگوں کو معاف کرنے والے)، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ تجھے معاف کرے"۔ پھر اس نے کہا: "والله يحب المحسنين" (اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے)، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جاؤ، تم اللہ کی رضا کے لیے آزاد ہو"

اس واقعے سے ہمیں برداشت، عفو و درگزر اور قرآنی تعلیمات پر عملی طور پر عمل کرنے کا عظیم درس ملتا ہے۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے نہ صرف غصے کو ضبط کیا بلکہ اپنے خادم کو معاف کر کے قرآن کی آیات کا عملی مظاہرہ کیا، اور احسان کا اعلیٰ درجہ یہ اپنایا کہ اسے اللہ کی رضا کے لیے آزاد کر دیا۔ یہ سکھاتا ہے کہ انسان کو غصے کے موقع پر برداشت، درگزر اور نرمی کا مظاہرہ کرنا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے ہی لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو دوسروں کو معاف کرتے اور ان پر احسان کرتے ہیں۔

[63] ابن عساکر، علی بن حسن، متوفی:571ھ، تاريخ دمشق، ذکر من اسمه علی، علی بن الحسین بن علی بن طالب، ناشر: دار الفکر للطبعاعة والنشر والتوزيع، ج:41، ص:387

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

خلاصہ بحث

اسلام ایک ایسا دین ہے جو انسان کو صرف عبادات تک محدود نہیں رکھتا بلکہ اس کے کردار، افعال اور نیتوں میں بھی پاکیزگی اور اعلیٰ اخلاق کی تربیت دیتا ہے۔ قرآن مجید اور احادیثِ نبویہ ﷺ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا حصول محض دعووں سے نہیں بلکہ خالص نیت، تقویٰ، عدل، احسان، صبر، توکل، اور طہارت جیسے اوصاف کو اختیار کرنے سے ممکن ہے۔ جو بندے اپنی زندگی کو اللہ کے احکامات کے مطابق ڈھالتے ہیں، نیکی کو شعار اور گناہ سے نفرت بناتے ہیں، وہی اللہ کے محبوب اور قربِ الٰہی کے حقدار ٹھہرتے ہیں۔ ایسے افراد نہ صرف دنیا میں سکون، عزت اور کامیابی پاتے ہیں بلکہ آخرت میں بھی اللہ کی رضا، مغفرت اور جنت جیسی عظیم نعمتوں کے وارث بنائے جاتے ہیں۔ پس ضروری ہے کہ ہم بھی ان صفات کو اپنی زندگی کا حصہ بنائیں اور اللہ کی رضا کو اپنی زندگی کا مقصد بنا کر اپنے رب کے قرب کو حاصل کریں، کیونکہ یہی اصل کامیابی ہے۔